ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

فضیلتِ علم

مقصد کی بلندی اور اس کے تقاضے

یہ خطاب ۲۳ ر شوال ۱۳۸۸ھ کو دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب میں طلباء اور اساتذہ کے مجمع سے کیا گیا

★

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس پُرفتن دور میں آپ کو یہاں حصول علم کے لئے جمع ہونے کی توفیق ہوئی۔ ہم اور آپ ایک عظیم مقصد کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ دنیا میں ہر شخص کا ایک مقصد ہوتا ہے، کسی کا مال و دولت، کسی کا حکومت و سلطنت۔ مگر ان لوگوں کا یہ مقصد تمہارے مقصد کے سامنے ہیچ ہے اگر ایک فرد یا جماعت کی سعی بار آور ہو بھی جائے اور ساری زمین کی حکومت اس کے ہاتھ آجائے مگر اسکی پوزیشن اور مقام زیادہ سے زیادہ امریکہ کے صدر نکسن یا روس کے صدر کے برابر ہو جائے گا، اور یہ مرتبہ یا منصب چند دن رہے گا۔ اگر ایک شخص کروڑپتی بنا تو قارون اور نمرود و شدّاد کے مقام پر فائز ہوا۔ اس کے مقصد کا مقام صرف یہی ہے۔ مگر آپ لوگ جس مقصد کیلئے نکلے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پورا کر دیا اور آپ کامیاب ہو گئے تو یہ مقصد و مقام اتنا بلند ہے کہ حسب ارشاد نبوی العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) گویا وراثت نبوی کا مقام آپ کو حاصل ہوا، اس کے مقابلہ میں دنیا کی صدارت اور وزارت کیا چیز ہے۔؟ صدر کرسی پر بیٹھا ہے اور لوگ اسے گالیاں دیتے ہیں۔ مگر عالم کا مقام کیا ہے۔؟ انبیاء کرام نے اپنی وراثت

علم چھوڑا ہے۔ انبیاء کا خصوصی شان اور کمال ہے، اللہ سے بلا واسطہ یا بواسطۂ جبرئیل کے علم حاصل کرکے دنیا تک پہنچانا ہے، تو ایک عالم کا مقام وراثت نبوی کا ہے۔ پھر علم سے صرف آخرت نہیں ملتی بلکہ دنیا کی عزت وجاہت اور بھلائی بھی علم ہی سے ہے۔ دنیا کی بقاء علم سے ہے حضرت آدم کو خدا نے اسماء کی تعلیم دی پھر اس فضیلت کی وجہ سے اسے اپنی خلافت عطا فرمائی فرشتوں نے ان کی تعظیم کی۔ یہ خلافت ربانی کا منصب جلیلہ صرف فضیلت علم کی وجہ سے انسان کو نصیب ہوا ہے۔ عبادت کرنے والے تو آسمانوں میں بہت تھے، فرشتے بیشمار موجود تھے، مگر علم کا مقام اتنا اونچا تھا، کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: انی اعلم مالا تعلمون۔ (بیشک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) مجھے علم ہے کہ میں نے آدمؑ کو کیوں خلافت دی۔

حضرت ابراہیم ادہم ایک بادشاہ گذرے ہیں، انہوں نے اللہ کی رضا کی تلاش کی خاطر بادشاہت چھوڑ دی۔ بڑے ولی گذرے ہیں عجیب حالات ہیں ان کے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رحلت علم (علم کے لئے سفر جاری رہنے) کی وجہ سے زمین پر آفات اور بلیات نازل نہیں ہوتے رحلت کا مقصد حدیث نبوی اور قرآن کریم کی خاطر لوگوں کا ایک مقام سے دوسری جگہ کا سفر کرنا ہے۔ جیسے تم لوگوں نے مختلف دیار اور دور دراز مقامات سے یہاں تک کا سفر کیا۔ حدیث کی کتابوں میں پڑھو گے کہ ایک صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے جو دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہے ایک حدیث کی خاطر اونٹنی خریدی اور دوسرے صحابیؓ کے پاس چالیس دن کا سفر کرکے پہنچے اور ایک حدیث واللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ۔ سن کر واپس ہوئے۔

حج کے موقعہ پر دور دراز سے لوگ علو سند کی خاطر مکہ معظمہ آتے کہ جس شیخ سے حدیث پہنچی ہے اگر وہ حج کرنے آئے ہوں تو ان سے براہ راست سن لی جائے اور بیچ سے راویوں کے واسطے کٹ جائیں، یہ ان لوگوں کا شوق اور تڑپ اور علم کا جذبہ ہے جو صحابہؓ کرام ہیں اگر سیکنڈ بھی حضور اقدس کی زیارت حالت اسلام میں ہو اور اسلام پر خاتمہ ہو جائے تو اس صحابی کا مقام تمام اولیاء سے بلند ہے، وہ بدو صحابی جو دور سے میدان عرفات میں کھڑا حضور اقدسؐ کے دیدار کر رہا ہے، اس کا مقام تمام اولیاء تمام اقطاب اور ابدال سے اونچا ہے ــــ تو ابو ایوب انصاریؓ جو دس سال تک حضورؐ سے

فیض پاتے رہے مگر اس زمانہ کا مشقتوں کا سفر مصر تک صرف ایک حدیث کیلئے اختیار کیا۔ اور حضرت جابرؓ جو بزرگ صحابی ہیں ایک حدیث کیلئے دمشق کا سفر کرتے ہیں تو ابراہیم ادہمؒ اسی رحلت کو آفات سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیتے ہیں تو علم دین حاصل کرنے والوں کی برکت سے اور مخلوق سے عذاب اٹھ جاتا ہے اور انسان وارث انبیاء بن جاتا ہے اور حضورؐ کا یہ ارشاد: العلماء ورثۃ الانبیاء ــــ بھی منجملہ جوامع الکلم کے ہے کہ مقام اور ذمہ داریوں کا سارا نقشہ اس میں سمٹ آیا ہے، کہ جب علماء حضورؐ کے وارث کہلائے تو انہیں حضور اقدس کی پوری زندگی ملحوظ رکھنی ہوگی۔ تب اس اونچے مقام پر فائز ہونے کے مستحق ہوسکیں گے۔ اگر دنیا کے معمولی منصب کیلئے جو آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ انسان عزت اولاد مال اور جان کی قربانی دے سکتا ہے، اور اکثر باغی یا غدار کہلا کر پھانسی بھی ہوجاتا ہے، اور مقصود نہیں کر پاتا، طلب جاہ و منصب میں جان بھی دے دیتا ہے۔ تختہ دار پر چڑھتا ہے جیل جاتا ہے، جبکہ مقصد بھی حقیر اور کامیابی بھی موہوم ہے، مگر پھر بھی قربانی اور جدوجہد میں لگے رہتے ہیں کہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ (نہیں ملے گا۔ انسان کو مگر وہی جسکی کوشش کی) اور خدا اس پر قادر بھی ہے کہ بلا اسباب مقاصد تک پہنچا دے، وہ قادر مطلق ہے۔ مگر اسباب کا سلسلہ چلایا جو عین حکمت کا تقاضا تھا۔ اولاد خدا بلا وسائل دے سکتا تھا۔ مگر نکاح اور توالد و تناسل کا سلسلہ لازمی قرار دیا اور ایسا نہ کرنا حکمت کے خلاف تھا کہ اس کی شفقت اور شان رحیمانہ ہی اسباب کی مقتضی ہے۔ تو علماء کو بلا جدوجہد اور تیاری کے اتنا عظیم منصب کب مل سکتا ہے یہ اہل دنیا دکاندار، تاجر، ڈرائیور اور ہوٹلوں کے ملازم دن رات کام میں مصروف رہتے ہیں، جن کا کاروبار جتنا زیادہ چلتا ہے اتنا ہی وہ آرام و راحت قربان کرتا جاتا ہے رات بارہ بجے سو کر صبح چار بجے پھر ڈیوٹی پر لگ جاتے ہیں کہ ان کے سامنے ایک مقصد ہے دنیا حاصل کرنا تب کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ ایک زمیندار سردی اور گرمی میں ہل جوتتا ہے۔ رات بھر کھیت کو پانی دیتا ہے مگر مقصد میں لگن کی وجہ سے مشقت محسوس نہیں کرتا۔ تو جب مقصد اتنا اہم اور عظیم ہو اور پھر جس میں کامیابی بھی غالب ہو سو میں سے کوئی ایک ناکام ہوتا ہے۔ اور پھر اکثریت کے ساتھ کامیابی کا وعدہ بھی ہو کہ اگر دین کے لئے کوئی قدم اٹھاؤ گے تو خدا کی مدد ضرور شامل ہوگی۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا: (جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان پر ہدایت کے راستے کھول

دیں گے) اور ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ (اگر تم نے اللہ کی مدد کی وہ تمہاری مدد کرے گا۔) تو اگر علم کی راہ میں بڑی سی بڑی تکلیف بھی آجائے تب بھی وہ تکالیف اہل دنیا کی مشقتوں کے سامنے ہیچ ہیں۔ اتنے عظیم مقصد کیلئے اگر ہماری ہزار جانیں بھی قربان ہوں تو حق ادا نہ ہوگا ــــــــ

ایک صحابی کو کافروں نے گرفتار کر لیا، ان کے سامنے ان کے دو ساتھی آگ پر جلتے ہوئے تیل کی کڑاہی میں ڈال دیئے گئے۔ اور انہیں کہا گیا کہ عیسائیت اختیار کر لو ورنہ آپ کا بھی یہی حال ہوگا کہا تمہاری مرضی ہے، ڈال دو مگر کسی مجبور و بے کس کو اس طرح مجبور کرنا اور یہ طریقۂ تبلیغ عزت اور شرافت کے خلاف ہے، تین دفعہ کڑاہی تک انہیں لے جایا گیا۔ آخری مرتبہ صحابی کے آنسو ڈبڈبائے تو کافروں نے بلا کر کہا کہ شاید اب تم اپنے رویہ پر پشیمان ہو چکے ہو، اگر ایسا ہے تو اب بھی ہم تجھے چھوڑ دیں گے انہوں نے فرمایا ارے بیوقوفو! میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ چند لمحے بعد جب میں اللہ کے حضور پیش ہوں گا، تو کس منہ سے کہ صرف ایک جان تیرے لیئے قربان کر دی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہر بال کے بدلہ ایک روح ہوتی اور اسے قربان کر کے اللہ کے سامنے پیش کرتا تب سرخروئی ہوتی اس وجہ سے مجھے رونا آیا ــــــــ تو اس پُر فتن دور میں علوم نبویہ اور قرآن و حدیث کیلئے اگر معمولی مشقت پیش آجائے تو یہ کچھ بھی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ تو بے حد رحیم ہیں۔ انہیں ہمارے ضعف اور کم حوصلگی کا اندازہ ہے۔ اس لیے ہم ابتلاء اور آزمائش بھی بہت کم آتی ہے۔ انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کا حوصلہ اور مقام بہت اونچا اور ایمان بہت مضبوط تھا۔ اس لیئے ان کی ابتلا اور آزمائش بھی بہت سخت ہوا کرتی تھی۔ اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ (لوگوں میں سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے۔ پھر اسکی جو ان سے جتنا قریب ہو۔)

ایسے دور میں کہ علم کا زوال ہے حدیث اور قرآن ختم کرنے یا اس میں تغیر و تبدل کی کوششیں ہو رہی ہیں اور عالم کی جتنی توہین کی جا رہی ہے حالات اس قدر ناساز پہلے کبھی بھی نہ تھے مگر اس کے باوجود آپ طلبۂ علوم دین اور عام اہل علم کو جس اطمینان سے رزق میسر ہے وہ ایک رئیس کو بھی نہیں جو دینی ماحول مدرسہ میں آپ کو میسر ہے، ایسا پرسکون ماحول اہل دنیا کو کہاں نصیب ــــــ؟ کوئی زانی، شرابی اور فاسق و فاجر نہیں، ہر ایک کی بغل میں بخاری شریف، مشکوٰۃ، جلالین، بیضاوی یا ہدایہ ہے۔ ایسا پاکیزہ ماحول آج کل بہت مشکل سے ملتا ہے۔

مجھے کچھ دوست لاہور سے بہت دور باہر جنگل میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھوانے لے گئے، میں نے پوچھا تم نے اتنا دور کیوں مدرسہ قائم کیا، انہوں نے کہا کہ ہم شہر کے اس غلیظ ماحول سے تنگ آچکے ہیں اور وہاں سے بچوں کو دور رکھ کر تعلیم و تربیت دینا چاہتے ہیں تو ایسے شہروں میں اتنے پر سکون ماحول کی قدر آتی ہے۔ اور اب قدر کا احساس اس وجہ سے نہیں کہ آسانی سے یہ حاصل ہے۔

اسی ماہ ڈھاکہ جانا ہوا تو وہاں ایک صاحب نے اپنے معصوم اور چھوٹے بچوں کو یہاں بھیجنے کی خواہش ظاہر کی دنیاوی وسائل انہیں بہت زیادہ حاصل ہیں۔ مگر انہوں نے بھی یہی کہا کہ ڈھاکہ وغیرہ شہروں کی حالت بہت بگڑی ہے، ایسے مقامات پر بچوں کی صحیح تربیت بہت مشکل ہے، ہم چاہتے ہیں کہ شہر کے گندے ماحول سے باہر بچوں کی تربیت ہو سکے۔ تو بہت حیثیتوں سے حق تعالیٰ نے اہل علم کو پرسکون اور اطمینان کی زندگی سے نوازا ہے۔ ہمارے اکابر کو حصول علم میں اتنی آسائش میسر نہیں تھی جو اس زمانہ کے طلبہ علم دین کو ہے اس وجہ سے کہ ہمتیں کمزور اور ضرورت بہت شدید ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ اتنی آزمائش میں نہیں ڈالتے۔ ہمارے طالب العلمی کے دور میں بھی اس علاقہ میں بے حد تکالیف برداشت کرنی پڑتیں۔ طالب العلمی کے دور میں اس علاقہ کے ایک گاؤں میں ۶ ماہ کے عرصہ میں بہت کم ہی ایسا وقت آیا ہوگا کہ پیٹ بھر کر کھانا نصیب ہوا ہو۔ ایک جگہ پڑھنے کے دوران تو ایسا ہوا کہ کھیت سے گھاس پتے جمع کر کے ساگ پکوا لیا جاتا اور اسی پر گذر اوقات ہوتا۔ عام طور پر مساجد میں طلبہ کو باجرہ کی روٹی ملتی تھی۔ تیل کے چراغ سے مطالعہ ہوتا جو ذرا سے تیز جھونکے سے بجھ جاتا، عجیب بے نفسی کا زمانہ تھا۔ اساتذہ بھی ساتھ بیٹھ کر وہی باجرہ یا مکئی کی روٹی کھا لیتے۔ ہمارے ایک استاد تھے، ان سے چند دن ملا حسن پڑھنا ہوا۔ موضع گڑھی کپورہ میں ان کے پاس ٹھہرے تھے وہ بھی مسافر تھے۔ اس وقت بہت ضعیف ہیں۔ اس وقت ان کی جوانی کا زمانہ تھا، بڑے شوق سے کتابیں پڑھاتے، کھانا اکٹھا ہو جاتا تو طالب علموں کے ساتھ بیٹھ جاتے، اسی مکئی کی روٹی اور لسی میں شریک ہو جاتے۔

امام بخاریؒ اپنے طالب العلمی کے زمانہ میں سبق میں حاضر نہ ہوئے، ساتھیوں نے معلوم کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ گھر سے کچھ خشک روٹیاں ساتھ لائے تھے۔ دن میں ایک روٹی سے کام چلاتے۔ روٹیاں ختم ہوئیں تو رفتہ رفتہ سارے کپڑے فروخت ہوئے۔ ایک تہبند

رہتا تھا، مجبوراً اُسے بھی بیچ دینا پڑا۔ تو مجبوراً درس میں حاضر نہیں ہو سکے اور کواڑ بند کر کے اندر بیٹھ گئے۔ حضرت حفصؒ فرماتے ہیں کہ ساتھیوں کو پتہ چلا تو کچھ رقم اکٹھی کر کے ان کے لئے کپڑے خریدے تب کہیں وہ باہر آکر سبق میں شریک ہونے لگے۔ غرض ایسی ایسی ابتلائیں اللہ تعالیٰ ہم ضعفاء پر نہیں لاتے، تو نعمتوں کا شکر ضروری ہے اس نعمت حاصل کرنے میں خودپسندی اور غرور سے بہت احتراز کریں کہ میں بڑا ذہین اور فہمیدہ ہوں، فلاں نے میری عزت نہ کی، اچھی نظروں سے نہ دیکھا۔ جھگڑا تو زر، زن، زمین پر ہوتا ہے، طالب العلمی میں تو ایسی ایک چیز بھی نہیں ہوتی، پھر جھگڑا اور اختلاف کیوں ہو، انانیت نکال دیں، نفس کو مٹا دیں تب علم حاصل ہوگا۔ العلم عزّ تحصیلہ بذل لاعزّ فیہ۔ علم عزت ہے مگر ذلت اور عاجزی سے حاصل ہوتا ہے۔

طالب علم میں جتنی تواضع اور مسکنت آئے گی اور اسکی زندگی میں جتنی بھی سادگی ہوگی اتنا ہی وہ علم حاصل کر سکے گا اور علم میں برکت ہوگی ہمارے ایک مخلص دوست جو ایک جیّد عالم ہیں انہوں نے ایک منصوبہ پیش کیا اور کئی حضرات کی ازراہ اخلاص ایسی رائے ہوتی ہے کہ طالبعلموں کی رہائش کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طرز پر ہو جائے کہ نوکر ہاتھ دھلائے کھانا کھلائے، کپڑے دھوئے اور کمرہ صاف کرے اور اسی طرح پُرتکلف زندگی طلبۂ دین کو میسّر ہو، میں نے کہا کہ برائے خدا ایسا مت کرو ورنہ اس طرح علم اور اسکی روح ختم ہو جائے گی، یہ دین کا علم ہے اور ذلت تواضع تکالیف اور مجاہدوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں نے طالب علمی کی زندگی ٹھاٹ باٹ سے گذاری کہ تعیش کا دور دورہ تھا، صاف اور اجلے کپڑوں کی فکر تھی جاہ وجلال سے علم حاصل کرنا چاہا وہ اب علم سے کورے ہیں اور ان کا فیض معدوم ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی امیر خاندان سے تھے، امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے، آپ نے آزمانے کیلئے اونٹ یا بھینس کی تین بھری اوجریاں لانے کا حکم دیا، امام محمد قصاب خانہ گئے اور ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک اوجری اٹھائی اور تیسری دانتوں میں دبا کر چلے آئے، شوق علم تھا اور طلب صادق تھی، تب امام ابو حنیفہؒ کو ان کے شوق اور تواضع کا احساس ہوا، اور شاگرد بنا لیا آگے چل کر امام کبیر بنے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بارعب پیغمبر کی ہیبت وجلال کی وجہ سے فرعون انکی گرفتاری کی جرأت نہ کر سکا غصہ اور جلال میں بال کھڑے ہو جاتے، مگر جب ایک مرحلہ طالبعلمی

کا آیا حضرت خضر کے پاس گئے تو انہوں نے بڑے رعب سے کہا کہ : انک لن تستطیع معی صبرا - علم کے لئے تو صبر و تحمل کی ضرورت ہے برداشت چاہیے، حضرت موسیٰ نے جلال کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار کی اور کہا کہ انشاء اللہ تو مجھے صبر کرنے والا پائے گا۔ منت سماجت کی کہ مجھے علم سکھا دیئے اگرچہ وہ علم بھی تکوینیات کا تھا اور غیر ضروری۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی اور رسول تھے اور ضروری علم علم شریعت انہیں حاصل تھا، اور استاذ کی نبوت بھی مختلف فیہ ہے، پھر بھی علم کی خاطر صبر و ضبط اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا۔ تو علم کیلئے تواضع ضروری ہے، عرب کہتے ہیں: من قال انا وقع فی العنا۔ جس نے کہا میں ہوں وہ مشقت میں پڑ گیا۔ اس انا کو مٹانا چاہیے۔ صوفیاء کا قول ہے کہ: العلم حجاب ـــ علم پردہ ہے۔ تو علم سے مراد علم النفس ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، تو صوفیاء کی غرض یہ ہے کہ اللہ اور بندہ کے درمیان علم نفس بڑا حجاب ہے۔ جاہل صوفیاء اس سے مراد علم ظاہر اور علم شریعت لیتے ہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ: ان لم تکن تراہ یعنی ان لم توجد تراہ، کون، ثبوت، وجود، حصول ایک ہی چیز ہے کہ اپنے وجود اور ہونے کا احساس بھی نہ رہے تب اللہ کو پاسکو گے۔ یہ عصبیت قبائلی، قومی اور وطنی اور نفسانیت جب تک باقی ہو تو نہ خدا مل سکتا ہے نہ مقصد میں کامیابی ہوتی ہے۔ بہر تقدیر علم بڑی عزت ہے، اس کے سامنے آرام و راحت اور نفس پروری اور دنیا کی دیگر تمام آسائشیں، ہیچ ہیں۔ حضورؐ سے بڑھ کر کون ہے مگر دنیا میں ان سے بڑھ کر متواضع کون مل سکتا ہے ـــ؟

دوسری بات یہ ہے کہ حصول علم کو رضائے الٰہی کا ذریعہ بنالو۔ امام بخاریؒ نے حدیث انما الاعمال بالنیات ـ سے اپنی کتاب کا آغاز کیا کہ اعمال کی شرافت اور فضیلت کا دارومدار نیت پر ہے، مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ قیامت کے دن تین آدمی دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے، ان میں ایک ایسا عالم بھی ہوگا جس نے نام و نمود اور دنیاوی وجاہت کیلئے علم حاصل کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا کہ تم نے تو عالم اور متعلم کہلانے کے لئے علم سیکھا اور وہ چیز تجھے دنیا میں مل چکی ہے، اسی طرح وہ شہید جو شہرت کیلئے جان دیدے، تیسرا وہ سخی جو لوگوں کے دکھلاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہو اور اللہ کی رضا مقصود نہ ہو۔

الغرض یہ قضاء و افتاء اور مناصب دنیاوی کو غرض بنانا یہ شیطانی وساوس ہیں۔ علم پر خود عمل کرنے اور دنیا کو دعوت خیر دینے کیلئے یہ سارا کارخانہ بنا ہے ـ ولتکن منکم امۃ یدعون

الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ (تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکیوں کی طرف دعوت دے اور برائیوں سے روکے۔)

تو رضائے مولیٰ اور تقویٰ اگر حاصل ہوا تو پھر دنیا و آخرت میں کسی قسم کی تکلیف کا بھی خطرہ نہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ (تعلیم کتاب و حکمت) سے پہلے ویزکیھم ہے۔ اور یہ اس لئے مقدم کر دیا کہ جب تک اخلاق حسنہ نہ ہوں قلب ذمائم سے صاف نہ ہو تو علم کتاب اور حکمت حاصل نہیں ہوسکتی۔ پلید برتن میں گھی یا دودھ ڈال دیا جائے تو وہ بھی نجس ہو جائے گا، ظرف کی نجاست کی وجہ سے علم کے نور سے محروم ہوتے ہیں۔ بہتوں کو دیکھا ہوگا کہ فاضل دیوبند و امینیہ اور مظاہر العلوم ہو کر بھی قادیانی پرویزی اور کیا کیا بن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ کتاب و سنت تو پڑھی مگر باطن صاف نہیں تھا۔ تو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تزکیۂ نفس ہو جائے، غیبت، غصہ، حسد، کینہ سے احتراز کریں، ایک دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں اخلاق ذمیمہ سے احتراز کریں، دوسروں کیلئے گنجائش نکالیں کمرہ میں طعام میں، ایثار سے کام لیں ۔۔۔ دیوبند میں نئے طلباء کے قیام و طعام کا انتظام دس بارہ دن تک قدیم طلبہ ہی کرتے رہے، ایک دوسرے سے ہمدردی ہونی چاہیے۔ فافسحوا یفسح اللہ لکم۔ تم نے گنجائش پیدا کر دی تو خدا تم پر بھی آسائش سے آئے گا ہر چیز میں ۔۔۔ یفسح اللہ لکم فی العلم والعمل والدنیا والقبر والآخرۃ فی اللباس والاکل والشرب۔ علم، عمل دنیا و آخرت اور کھانے پینے ہر چیز کے لئے اس میں تعمیم ہے۔ اس لئے معمول متروک ہے ۔۔۔ زید یعطی ای کل شیئ۔ جیسا ہے۔ نیز آپ کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے ہر چیز میں سنتِ نبوی کی اتباع ہونی چاہیے۔

حضرت جنیدؒ بغدادی کو حالت نزع میں خادم نے وضو کرایا۔ بڑی تکلیف اور مشقت سے وضو ہوا مگر خلال جو مستحب ہے چھوڑ دیا۔ حضرت نے پھر حکم دیا کہ دوبارہ وضو کراؤ اور خلال بھی کرا دو۔ لوگوں نے کہا حضرت آپ کو بڑی تکلیف ہے اور خلال تو آداب وضو میں سے ہے۔ فرمایا کہ ان آداب اور سنن ہی کی وجہ خدا نے یہ مقام دیا ہے، اب میں اللہ کے حضور جا رہا ہوں تو نبی کریم کی سنت ترک کر کے جاؤں؟ اگر سنت پر خود عمل نہ ہو تو پرویز، فضل الرحمان جیسے ملحدین اور منکرین سنت کا مقابلہ کیسے ہوگا، عمل میں کوتاہی اور سنتِ رسول ترک کرنے کی وجہ سے آج علماء کی بے وقعتی ہے

آپ کی ہر حرکت سنت کے مطابق ہونی چاہیئے۔ خواہ حلقۂ درس میں ہوں یا باہر، اگر درس میں بیٹھے ہوں اور آپ آنے جانے والے مہمانوں کو دیکھیں تو وہ یہی سمجھیں گے کہ اسے کتاب کے ساتھ لگاؤ نہیں، اس لئے تو کتاب اور استاذ کی بجائے اسکی توجہ ادھر اُدھر ہے۔۔۔

اسی طرح ڈاڑھی جو کہ سنت ہے اس کا نہایت اہتمام ہونا چاہیئے۔ یہ جو ہر دوکان اور ادارہ پہ کتبہ یا بورڈ لگا ہوتا ہے اسی طرح ڈاڑھی مسلمان ہونے اور حضورؐ کے امتی ہونے کا لیبل ہے، اگر کسی کا لیبل فساق جیسا ہو تو وہ منبر پر کھڑا ہو کر لوگوں کو سنتوں کی تلقین اور منکرات کا بیان کیسے کر سکے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ ڈاڑھی مونڈھنا اور تراشنا قبضہ سے کم دونوں فسق ہیں ــــ تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ قرب خداوندی کے اسباب اور وسائل تو یہی سنن اور آداب ہی ہیں۔ اسی طرح علم کا باطنی سبب استاذ کا احترام بھی ہے اگر استاد اور شیخ کو ملازم کی حیثیت سے سمجھے تو ہرگز علم حاصل نہ ہو سکے گا۔ انگریزی علوم کو تو چھوڑیئے کہ وہ ہے ہی ملازمت اور اکثر علوم بے دینی کے ہیں، وہ بے ادبی سے حاصل بھی ہوں تو تعجب نہیں حضرت شمس الائمہ سرخسی کا ایک علاقہ میں جانا ہوا، ایک شاگرد ملاقات کو بہت دیر سے آیا۔ اور عذر بیان کیا کہ والدہ کی علالت اور تیمارداری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکا، انہوں نے فرمایا کہ انہیں عمر تو بہت ملے گی مگر علم کی برکت نہ ہوگی، یعنی والدین کی خدمت کی خاصیت یہ ہے کہ عمر بڑھ جائے مگر استاذ سے بے اعتنائی کی خاصیت علم کی برکت سے محرومی ہے۔ تو استاد کی عظمت نہ ہونے کی وجہ سے بڑے سے بڑا ذہین بھی فیض سے محروم ہو جاتا ہے یہ علم اساتذہ کے ہوتے سیدھے کرنے سے ملتا ہے کیونکہ استاذ کا ادب و احترام برقرار رہے گا تو استاذ کی دعا ملے گی ــــ اسی طرح تحریر اور تقریر میں موجودہ تقاضوں کے مطابق پوری استعداد اور قابلیت حاصل کرنا ضروری ہے، اس وقت صرف چند طلبہ کو علم پڑھانا ہی خدمت نہیں بلکہ باہر میدان میں ملحدین اور اہل فتن کی تردید اور کلمہ حق اچھے سے اچھے طریقہ سے پہنچانا بھی ضروری ہے۔ اگر دشمن کے پاس ایٹم بم ہے اور تمہارے پاس صرف ایک لاٹھی ہے، تو اس سے مقابلہ نہیں ہو سکے گا۔ مخالفین تقریر و تحریر سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں، طلبہ کو ان دونوں چیزوں سے غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ ایک بات اور بھی ذہن نشین کرلیں کہ ہمارا مسلک حنفی ہے اسے راجح سمجھتے ہیں اور سب آئمہ کو حق پر سمجھتے ہیں مگر امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں، کسی کی بے ادبی نہیں کرتے امام ابن تیمیہ اور ابن قیم کا بھی احترام دلوں میں موجود ہے مگر ہمارا مسلک حنفی اور مشرب دیوبندی ہے۔ آپ فروعی اختلافات میں نہ پڑیں اور طالب علمی کا ہر لحظہ قیمتی اور غنیمت سمجھیں ۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔۔۔

■■